ہم اور ہمارے اسلاف

حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

حدیث کی کتابوں میں ایک باب ہوتا ہے"بـاب تغير الناس "اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن میں آپ نے امت کو اس سے خبردار کیا ہے کہ بعد کے زمانے میں تمہارے اعتقادات ورجحانات اور اعمال و اخلاق اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں بہت تبدیلیاں آئیں گی اور وہ بہت بڑی تبدیلیاں ہوں گی، ان احادیث کا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اللہ کے بندے ہوشیار اور چوکنار ہیں اور ان تبدیلیوں سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کی فکر کرتے رہیں، اسی لئے امت کے مصلحین اور ہمیشہ مسلمانوں کو یہ حدیثیں یاد دلاتے رہتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ تبدیلیاں آئی تھیں اور ان کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے، اس کا سب سے زیادہ احساس ان لوگوں کو ہوا اور سب سے زیادہ انہی کا دل رویا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ خاص کر سابقین اولین کو دیکھا تھا اور پھر بعد کے مسلمانوں کو بھی دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی اور خادم حضرت انسؓ جوان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طویل عمر پائی اور پہلی صدی کے آخری حصے تک اس دنیا میں رہے، وہ اپنے دور کے مسلمانوں کو فرمایا کرتے تھے:

"اگر کوئی ایسا آدمی جس نے امت کے سابقین اولین کو پایا اور دیکھا تھا، آج اپنی قبر سے اٹھا کر تمہاری اس دنیا میں بھیج دیا جائے تو اسلامی زندگی کے خصوصیات میں سے اس نماز کے سوا کچھ بھی نہ پہچانے گا، کیونکہ باقی سب چیزوں میں فرق پڑھ چکا ہے۔" (کتاب الاعتصام للشاطبی ص۱۰، ج۱)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت ابوالدرداءؓ جنہوں نے آخر میں شام میں سکونت اختیار فرمائی تھی، اپنے علاقے کے ان مسلمانوں سے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار کو نہیں پایا تھا، فرمایا کرتے تھے:

"اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں تشریف لے آئیں (اور تمہارا حال دیکھیں) تو جس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اس میں کچھ بھی نماز کے سوا نہ پہچانیں گے۔"

پھر دوسری صدی ہجری میں اسی علاقے شام کے محدث وفقیہ امام اوزاعیؒ حضرت ابولدرداؓ کا یہ درد بھرا مقولہ اپنے زمانے کے لوگوں کے سامنے نقل کر کے فرمایا کرتے تھے:

"اگر ابوالدرداؓ آج ہوتے (اور اس وقت کی حالت دیکھتے) تو ان کے احساس کا کیا حال ہوتا" پھر امام اوزاعی کے شاگرد عیسیٰ بن یونس جب اپنے حلقے میں امام اوزاعیؒ سے یہ روایت نقل کرتے تو حسرت کے ساتھ فرماتے۔ "اگر ہمارے شیخ اوزاعیؒ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو ان کا احساس کیا ہوتا" (کتاب الاعتصام ص ۱۰، ج ۱)

عہد نبوی کے بعد پہلی اور دوسری صدی ہی میں جس تیز رفتاری سے عام مسلمانوں کی دینی زندگی میں تغیر وانحطاط ہو رہا تھا، اس کا کچھ اندازہ حضرت انسؓ، حضرت ابوالدرداؓ، امام اوزاعی اور ان کے شاگرد عیسیٰ بن یونس کے ان درد بھرے کلمات سے کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد اب تک تقریباً ۱۲، ۱۳ صدیاں گزر چکی ہیں اور تغیر وانحطاط کا یہ عمل برابر جاری ہے، لیکن اسی کے ساتھ امت کے مصلحین ومجددین اور علماء ربانیین جو دین کی امانت کے امین اور محافظ ہیں، قرون اولیٰ سے اب تک اپنے اپنے دائروں میں برابر اس کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے جو صراط مستقیم مقرر فرما گئے تھے اور زندگی کا جو لائحہ عمل اور دستور دے گئے تھے، مسلمان اس پر ثابت وقائم رہیں، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس درجے میں بھی دین سے تعلق علم وعمل اور آخرت کی فکر آج ہم دیکھ رہے ہیں، عالم اسباب میں یہ سب انہی وارثان انبیاء کی کوششوں کا نتیجہ ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر دور کے یہ مصلحین و مجددین وہ علمائے ربانی تھے جنہوں نے علم نبوی صلی اللہ علیہ ولم کی میراث کو اس کی شرائط ولوازمات کے ساتھ اپنے اوپر کے طبقے سے حاصل کیا تھا اور اپنے ظاہر وباطن کو اسی کے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ اس تعلیم وتعلم اور افادہ استفادہ کے طریقے اور اس کے وسائل زمانے کے تقاضوں کے ساتھ بدلتے رہے، لیکن اصل حقیقت کا تسلسل اور توارث تقریباً یکساں رہا۔ یہاں تک کہ اب سے کچھ عرصے پہلے ہمارے ملک میں علم نبوی کے اس تسلسل وتوارث کو برقرار رکھنے ہی کے لئے دینی مدارس کا وہ نظام شروع ہوا جو ہمارے سامنے ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے اس دین کے علمائے دین سو فیصد اسی کی پیداوار ہیں اور بظاہر ورثہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس توارث وتسلسل کا ان مدارس ہی پر انحصار ہے، لیکن تغیر وانحطاط کے عمل نے خود ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے؟ اور دین کو اور دین والی امت کو جس طرح کے علماء ربانی اور وارثین انبیاء کی ضرورت ہے، ان کی پیداوار کا اب ان مدارس میں کیا تناسب ہے؟ اور ان کے حال کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں ان سے کیا امید کی جا سکتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہے جن پر ہمارے ان مدارس کے ذمہ دار اساتذہ اور منتظمین کو دوسرے تمام مسائل سے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

اس عاجز کا دینی مدارس سے قریبی تعلق ہے، میں تو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور ہر واقف جانتا ہے کہ ہمارے اکثر مدارس خاص کر بڑے اور مرکزی مدارس میں اگرچہ اس مدت میں بڑی ترقیاں ہوئی ہیں، لاکھوں کی لاگت سے تیار ہونے والی شاندار عمارتوں کا اضافہ ہوا ہے، اساتذہ اور طلبہ کی تعداد بھی دوگنی چوگنی ہوگئی ہے، اسی تناسب سے ہر سال کے فارغین کے شمار میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، بجٹ اتنا آگے بڑھ گیا جس کا ان مدارس کو قائم کرنے والے اسلاف کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ (مثال کے طور پر صرف دار العلوم دیوبند کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ میرے طالب علمی میں اس کا بجٹ ایک لاکھ سے کم رہتا تھا، اب تیرہ لاکھ سے متجاوز ہو چکا ہے) اور بلاشبہ ایک لحاظ سے یہ ترقیاں شکر اور لائق فخر ہیں، لیکن ہر صاحب بصیرت اور واقف حال دیکھنے کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ جس نسبت سے یہ عددی اور مادی وظاہری ترقیاں ہوئی ہیں اس سے بھی بڑی نسبت سے ان کی روح میں انحطاط ہوا ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے اب سے کچھ عرصہ پہلے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے حضرات اساتذہ منتظمین وملازمین کے لئے ایک مضمون لکھایا تھا جس میں اپنے قریبی اسلاف واکابر کے کچھ واقعات کا ذکر کر کے دکھلایا تھا کہ مدارس کے معاملات میں ان حضرات کا رویہ کس قدر احتیاط وتورع کا تھا اور وہ خاص طور پر اس باب میں آخرت کے محاسبے سے وہ کس قدر لرزاں وترساں رہتے تھے، چنانچہ حضرت ممدوح نے اپنی زندگی کے کچھ واقعات بطور املا بعض عزیزوں سے قلمبند کرائے تھے جو تقریباً دو سو صفحے کی ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں ''آپ بیتی'' کے نام سے شائع ہوگئی ہے (اور تاحال یہ کتاب ۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے) اس کے شروع میں حضرت ممدوحؒ وہ مضمون بھی شائع کر دیا گیا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، آج کی صحبت میں اسی سے اخذ کر کے اپنے اکابر کے چند واقعات نذر قارئین کئے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو دینی مدارس سے یا دینی خدمت کے کسی سلسلے تعلق رکھتے ہیں، توفیق دے کہ ہم ان سے نصیحت وعبرت حاصل کریں۔

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا کمال احتیاط:...... حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (بخاری وترمذی کے محشی) جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندے کے سلسلے میں کلکتہ تشریف لے گئے (کہ وہاں کے قیام کی وجہ سے لوگوں سے حضرت مولانا کے خصوصی تعلقات تھے) تو مولانا مرحومؒ نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد وخرچ کا مفصل حساب مدرسے میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں (مولانا زکریاؒ) نے خود پڑھا، اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے دوست سے ملنے گیا تھا، اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میری نیت دوست سے ملنے کی تھی، چندے کی نہیں تھی، اس لئے وہاں کی آمد ورفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع کرلیا جائے۔

مولانا خلیل احمد کا تنخواہ سے معذرت:...... حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ یک سالہ قیام حجاز کے بعد سنہ ۱۳۲۴ھ کے آخر میں مظاہر العلوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد (مولانا زکریاؒ) حضرت مولانا محمد

یحییٰ صاحب نوراللہ مرقدہ کا شروع ذوالقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرتؒ نے مدرسے سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کردیا کہ میں اپنے ضعف و پیروی کی وجہ سے کئی سال سے مدرسے کا کام پورا نہیں کر سکا لیکن اب تک مولاناؒ یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورے کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ یہ کام میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے (اس لئے میں تنخواہ لیا کرتا تھا) اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسے کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا، اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔

اساتذہ مظاہر العلوم کا کمال احتیاط:...... مظاہر العلوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا تو میں (مولانا زکریاؒ) نے اکابر مدرسین و ملازمین سے کبھی کسی کو جلسے کے کھانے یا چائے یا پان کو کھاتے نہیں دیکھا، جملہ مدرسین اپنا اپنا کھانا کھاتے تھے، البتہ حضرت قدس سرہ مدرسے کے خصوصی مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے، جب کہ حضرت کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کا کھانا آتا تھا، جو متفرق مہمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا، اسی میں حضرت نوش فرماتے تھے، مدرسے کی کوئی چیز کھاتا نہیں دیکھا، مولانا عنایت علی مہتمم مدرسہ شب و روز مدرسے کے اندر رہتے اور دن کو ظہر کے وقت اور رات کو بارہ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر اپنا کھانا اور معمولی کھانا تنہا کھا لیتے تھے۔

مولانا محمد یحییٰ کا کمال ضبط:...... میرے والد صاحب (حضرت مولانا محمد یحییٰؒ) کے زمانے میں مدرسے کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا، نہ مدرسے کے قریب کسی طباخ کی دکان تھی، جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دکان سے کھانا آیا کرتا تھا، سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو کھانا ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسے کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے، اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو ہر ماہ دو تین روپے یہ فرما کر چندے میں داخل کرتے تھے کہ مدرسے کی آگ سے انتفاع ہوا ہے۔

مولانا عنایت الٰہی کا کمال احتیاط:...... حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ مدرسہ مظاہر العلوم کے مہتمم تھے، مفتی بھی تھے اور عدالتی تمام کاروبار انہی کے ذمے تھا، لیکن دفتر میں کے پاس دو قلم دان رہتے تھے، ایک ذاتی ایک مدرسے کا، ذاتی قلم دان میں کچھ ذاتی کاغذ بھی رہتے تھے، اپنے گھر کوئی ضروری پرچہ بھیجنا ہوتا تو اپنے قلم دان سے لکھتے تھے، مدرسے کے قلم دان سے کبھی نہیں لکھتے تھے۔

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کو آخر زمانے میں ضعف و پیری کے علاوہ شدید امراض کا ابتلاء رہا (اسی حال میں) صبح کو ڈولی میں بیٹھ کر مدرسے آتے اور بعد عصر ڈولی بیٹھ کر واپس تشریف لے جاتے، اس مشقت کو دیکھ کر مجھے (مولانا زکریاؒ) ترس آتا تھا، میں نے تفصیلی حالات لکھ کر حضرات سرپرستان مدرسہ کی خدمت میں (مرحوم) کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر خصوصی پنشن کی تجویز پیش کی تھی، حضرت اقدس مولانا تھانوی سرپرست مدرسہ (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا کہ مدرسے کے موجودہ چندے سے پنشن جائز نہیں، اس لئے آپ ایک مستقل مد قائم کر کے چندہ کریں، اس میں

سے پنشن دی جاسکتی ہے، مہتمم صاحب کے لئے جو تم مناسب سمجھو، تنخواہ تجویز کر کے مخصوص احباب سے چندہ مقرر کرالو، پانچ روپے ماہانہ میں اپنی ذات سے دوں گا۔

مولانا شاہ عبدالرحیم کی حالت:......قدوۃ الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ (سرپرست دارالعلوم دیوبند و مظاہر العلوم سہارنپور) کا یہ مقولہ بہت ہی مشہور تھا اور خود سنا بھی ہے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی چیز سے ڈر نہیں لگتا، اگر کوئی شخص کسی کے یہاں ملازم ہو، وہ مالک کے مال میں کچھ کوتاہی کرے، خیانت کرے، کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو ملازمت سے علیحدہ ہوئے یا مرتے وقت مالک سے معاف کرالے تو معاف ہوسکتا ہے، لیکن مدرسوں کا روپیہ جو بیچارے عوام کے چندے سے آتا ہے، ہم سرپرستان مدرسہ اس کے مالک تو ہیں نہیں، امین ہیں، اگر اس کے استعمال میں افراط وتفریط ہوجائے تو ہم لوگوں کے معاف کرنے سے معاف تو ہو نہیں سکتا، اس لئے کہ دوسرے کے مال میں، ہم کو معافی کا کیا حق ہے، اتنا ضرور ہے کہ اگر بمصالح مدرسہ چشم پوشی کریں تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمائے، لیکن اگر اپنے ذاتی تعلقات سے ہم لوگ تسامح کریں تو ہم بھی جرم کے اندر شریک ہیں لیکن جرم کرنے والے سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہوسکتا کہ حقوق العباد اور جن کا مال ہے، وہ اتنے کثیر ہیں کہ ان سے معاف نہیں کرایا جاسکتا۔

☆......☆......☆

کل پاکستان عظیم الشان محفل حسن قرأت و حمد و نعت

بتاریخ 23 فروری 2012ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء انشاء اللہ

بمقام: مدرسہ بحر العلوم عیدگاہ قصبہ چڑھوئے والا مضافات سنانواں ضلع مظفر گڑھ

زیر سرپرستی
استاذ العلماء حضرت مولانا
محمد اقبال حنیف صاحب
جامعہ مظاہر العلوم کوٹ ادو

قراء کرام وشعراء حضرات: استاذ القراء جناب قاری محمد عبدالرب ارشد قاری ریڈیو پاکستان، ملتان
ماہر فن تجوید وقرأت. حضرت مولانا قاری حاجی محمد صاحب دائرہ دین پناہ
فخر القراء جناب قاری محمد ادریس آصف صاحب، استاذ القراء جناب قاری اکرام الرحمن صاحب لیہ
عاشق رسولؐ مداح صحابہؓ واہل بیتؓ جناب حافظ محمد ابوبکر صاحب کراچی

زیر صدارت
ولی کامل حضرت مولانا
مفتی عبدالجلیل مہتمم
جامعہ کنز العلوم قصبہ گجرات

ثناء خوان مصطفیٰ: ملک محمد حنیف شاہد محمود کوٹ
استاذ القراء جناب قاری نعمان خالد صاحب کوٹ ادو
نجم القراء جناب قاری نعمان خالد صاحب کراچی

نوٹ: شعبہ حفظ طلباء کرام کیلئے ایک عدد درسگاہ ”دار القرآن“ 50 x 15 اور دو عدد رہائشی کمرے اشد ضرورت ہیں تخمینہ لاگت 5 لاکھ روپیہ ہیں صدقہ جاریہ سے اہل خیر توجہ فرمائیں

الداعی الی الخیر: قاری محمد یونس ... مہتمم مدرسہ بحر العلوم عیدگاہ قصبہ چڑھوئے والا سنانواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ موبائل: 0301-7699076